مکاتیب

(۱)

آ ج کل سوشل میڈیا پر 'داعش' کے متعلق مولانا سید سلمان صاحب ندوی کا ایک مضمون بڑے پیمانے پر نشر کیا جا رہا ہے جس میں انھوں نے مذکورہ تنظیم کو سلفیت سے منسلک کرتے ہوئے سلفی منہاج فکر اور سلفی علما کو سخت تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ قبل ازیں انھوں نے اس تشدد پسند گروہ کی تحسین وستایش کرتے ہوئے اس کے سربراہ ابوبکر البغدادی کو ایک خط بھی لکھا تھا جس میں ان سے مختلف اقدامات کا مطالبہ کیا تھا۔ بہ ظاہر یہ مضمون اپنے اسی سابقہ موقف کے کفارے کے طور پر لکھا گیا ہے جس میں سلفیت خواہ مخواہ زیر عتاب آ گئی ہے۔ ہم نے بعض احباب کے توجہ دلانے پر موصوف کی اس تحریر کا مطالعہ کیا تو بے حد افسوس ہوا کہ ان کا تجزیہ غیر جانب دارانہ نہیں ہے بلکہ غلطی ہائے مضامین کا شاہ کار ہے۔ اس پر مفصل نقد کی خاطر تو ایک مبسوط مضمون ہی کی ضرورت ہے جس کا فی الحال موقع نہیں؛ البتہ چند مختصر نکات کی صورت میں ایک اجمالی تبصرہ پیش خدمت ہے:

1) تشدد اور بدامنی کا رشتہ سلفیت سے جوڑنا صریح ناانصافی اور خلاف حقیقت ہے۔ سلفیت نام ہے: نصوص کتاب وسنت کو فہم سلف کی روشنی میں سمجھنے اور سمجھانے کا اور اپنے تمام تر افکار واعمال کو ان کے مطابق ڈھالنے کا اور بس! قرون مفضلہ کے اسی نظریے کو قرون متوسطہ میں شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ نے اور عہد متاخر میں امام محمد بن عبدالوہابؒ نے پیش کیا؛ فی زمانہ عرب کے سلفی علما اور برصغیر کے اصحاب الحدیث اسی کے پرچارک ہیں۔

2) شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ عظیم مجدد، مصلح اور داعیِ توحید تھے جنھوں نے قرآن وحدیث کی واضح تعلیمات اور سلف صالحین کے طرز عمل کی اتباع میں عقیدۂ توحید اور اس کے تقاضوں کو شرح وبسط سے اجاگر کیا اور معاشرے میں دَر آنے والی بدعات اور مزخرفات پر تنقید کی۔ ان پر کفر سازی یا قتل مسلمین کے الزامات غلط فہمی پر مبنی ہیں جن کے ازالے کے لیے مولانا مسعود عالم صاحب ندویؒ [ایک وہ ندوی تھے اور ایک ہمارے ممدوح ہیں!] کی وقیع کتاب ''شیخ محمد بن عبدالوہابؒ: ایک مظلوم اور بدنام مصلح'' کا مطالعہ بے حد مفید رہے گا۔ برصغیر میں بعض علمائے دیوبند نے بھی ان پر اعتراضات کیے تھے لیکن اس کی وجہ ان کے احوال کی تفصیلات سے عدم واقفیت تھی جیسا کہ معروف دیوبندی عالم اور مناظر مولانا منظور احمد صاحب نعمانی نے اپنی کتاب ''شیخ محمد بن عبدالوہابؒ کے خلاف پراپیگنڈا اور علمائے حق پر اس کے اثرات'' میں اس امر کی وضاحت کی ہے۔ واضح رہے کہ دارالافتا، دارالعلوم دیوبند کی آفیشل ویب سائٹ پر ایک

سوال کے جواب میں اس کتاب کی تائید وتصدیق کرتے ہوئے امام محمد بن عبدالوہاب کو اہل سنت قرار دیا گیا ہے۔

3) داعش کا ناتا سلفیت سے ملانا اور پھر پورے سلفی مدرسہ فکر کو اس کا ذمہ دار ٹھیراتے ہوئے اسے مطعون کرنا بالکل ایسے ہی ہے جیسے بعض لوگ پاکستانی طالبان، لشکر جھنگوی اور بعض دیگر متشدد گروہوں کو حنفی دیوبندی قرار دے کر پورے دیوبندی مکتب خیال کو نشانہ جرح بنا لیتے ہیں اور خطے میں بپا قتل وغارت اور بدامنی وفساد کا منبع حنفیت اور دیوبندیت کو گردانتے ہیں!! ہماری رائے میں دونوں رویے نامنصفانہ اور افراط وتفریط کے مظہر ہیں کیوں کہ کسی بھی مسلک کے عقائد وافکار کی نمایندگی اس کے معتبر اور کبار علما سے ہوتی ہے جب کہ یہاں عالم یہ ہے کہ سعودی عرب کے مفتی اعظم اپنے خطبہ حج میں 'داعش' کو گم راہ کہتے اور اس سے اظہارِ براءت کرتے ہیں اور آج تک کسی بھی معروف سلفی عالم نے اس تنظیم کی تائید وحمایت نہیں کی؛ اس کے باوجود داعش کا نام لے کر سلفیت اور سلفیوں کو رگیدتے چلا جانا عدل وانصاف کے کون سے پیمانوں پر پورا اترتا ہے؟ معلوم ہوتا ہے ایک منحرف گروہ کا بہانہ بنا کر تجزیے کے عنوان سے دل کا پرانا بخار نکالا جا رہا ہے۔ واضح رہے کہ یہاں ایسے ارباب دانش بھی موجود ہیں جو موجودہ صورت حال کی تمام تر ذمہ داری شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، مفتی تقی عثمانی اور مولانا زاہد الراشدی سمیت پورے مذہبی حلقے پر ڈالتے ہیں!!

4) مولانا سید سلمان صاحب ندوی عالم دین ہیں؛ اس پہلو سے ان کا احترام واجب ہے لیکن دیکھا گیا ہے کہ وہ موقع بہ موقع سلفیت پر تند وتیز لہجے اور سخت الفاظ میں ناروا تنقید کرتے رہتے ہیں۔ ہمارا نقطہ نظر یہ ہے کہ سیاسی مسائل ہوں یا دیگر فکری ومذہبی امور، ان میں اختلاف کی گنجایش ہمیشہ رہتی ہے اور صحت مند تنقید سے معاملے کے نئے گوشے سامنے آتے ہیں جس کی اہمیت سے کسی طور انکار نہیں کیا جا سکتا، لیکن محترم موصوف اکثر وبیش تر حد اعتدال سے تجاوز کر جاتے ہیں؛ پھر جذباتی انداز اور فکر کا الجھاؤ تحریر کی سلاست، روانی اور ادبی چاشنی کو بھی سلب کر لیتا ہے اور قلم سے اس نوع کے جملے صفحہ قرطاس پر آتے ہیں: ''یہ ساری تنظیمیں سلفیت کے پیٹ سے پیدا ہوئی ہیں۔''، ''اس کے فکری دھماکے۔۔۔''، ''اس کی شرعی ماں القاعدہ ہے!!'' بہ ہر حال ان کا اسلوب جارحانہ اور جانب دارانہ ہوتا ہے اور وہ مسائل یا نظریات پر گفتگو کے بجائے پورے مکتب فکر کو مورد الزام ٹھیراتے ہیں جو علمی تنقید کے معیارات سے مطابقت نہیں رکھتا۔

مولانا موصوف کے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک عجلت پسند اور متلون مزاج انسان ہیں؛ کل تک وہ داعش کی تعریف میں رطب اللسان تھے اور آج اسے برا بھلا کہہ رہے ہیں۔ کیا یہ مناسب نہ تھا کہ وہ اس تنظیم سے متعلق پہلے ہی اچھی طرح تحقیق کر لیتے اور پھر اپنی رائے قائم کرتے جب کہ سلفی علما اول روز سے اس کی حقیقت آشکار کر چکے تھے! لیکن انھوں نے غالباً طلب شہرت کے پیش نظر 'امیر المومنین' کے نام مکتوب لکھا اور اسے عام شائع کیا۔ ہمیں تسلیم ہے کہ انسان سے اندازے کی غلطی ہو جاتی ہے اور وہ تفاصیل وجزئیات سے بے خبری کے سبب کوئی غلط رائے بنا لیتا ہے، لیکن یہ کیا انداز ہے کہ اپنی غلطی سے رجوع کرتے ہوئے غیر متعلق نکات پر بحث شروع کر دی جائے اور سارا ملبہ اُن لوگوں پر ڈال دیا جائے جن کا اس سے کوئی تعلق ہی نہیں!! گویا مولانا نے محترم ایک مرتبہ پھر وہی غلطی دہرا کر اپنی عجلت پسندی اور ناعاقبت اندیشی کا ثبوت بہم پہنچا رہے ہیں!!

5) آخر میں ہماری دردمندانہ گزارش ہے کہ آج جب کہ امت کو کفر ونفاق اور الحاد ولادینیت کے خلاف متحد اور متفق ہونے کی اشد ضرورت ہے، اس نوع کی تحریریں ہرگز سودمند نہیں ہو سکتیں بلکہ یہ حنفیت اور سلفیت میں فاصلوں کو بڑھانے کا باعث ہوں گی؛ جب کہ ہماری نگاہ میں یہ دونوں مکاتب اپنے اپنے انداز سے اسلام کی تشریح وتعبیر کرتے ہیں جن میں علمی مکالمہ جاری رہنا چاہیے؛ پس ہر دو کی توقیر لازم ہے اور ان سے وابستہ افراد کو ایک دوسرے سے قریب کرنا نہ صرف یہ کہ مذہب کا ضروری مطالبہ ہے بلکہ حالات کا بھی اولین تقاضا ہے۔ جو احباب ندوی صاحب کے اس مضمون کو بہت ہی نادر اور قیمتی سوغات سمجھ کر اس کی اشاعت عام رہے ہیں، اگر چہ یہ اُن کا حق ہے لیکن ہماری استدعا ہے کہ یہ ہرگز کوئی مستحسن عمل نہیں ہے کہ اس کی افادیت تو شاید ایک فی صد بھی نہ ہو، البتہ مضر اثرات بہت زیادہ ہیں؛ اس لیے اس سے گریز ہی فرمائیں تو بہتر ہوگا: ع

مانیں، نہ مانیں، آپ کو یہ اختیار ہے
ہم نیک وبد حضور کو سمجھائے دیتے ہیں!

حافظ طاہر اسلام عسکری

(مدیر، سہ ماہی نظریات، لاہور)

(۲)

تاریخ اسلام کا مطالعہ ہمیں اس بات سے آگاہ کرتا ہے کہ مسلمانوں میں آج تک جتنے فتنوں نے سر اُٹھایا، وہ سب اسلام کی غلطی تشریح وتعبیر کا نتیجہ تھے۔ ایسے ادارے، ایسی تحاریک اور ایسے افراد جنھوں نے اسلام کو منہج سلف سے ہٹ کر سمجھنے کی کوشش کی، گمراہی وضلالت ان کا مقدر ٹھہری۔ جہمیہ، مرجئہ، کرامیہ، خلاسفہ، قراطہ، سوفسطائیہ، باطنیہ، لاادریہ، خوارج، روافض ونواصب، یہ سب اسلام کی غلط تشریح وتعبیر کے نتیجے میں پیدا ہوئے۔

عصر حاضر میں دو فتنے ایسے ہیں جو منہج سلف سے ہٹے ہوئے ہیں۔ ایک فتنۂ خوارج (جس کی نمائندگی پاکستانی طالبان، القاعدہ وداعش جیسی تنظیمیں کر رہی ہیں) اور دوسرا فتنہ غامدیت (جس کی قیادت جاوید احمد غامدی اور ان کا ادارہ کر رہا ہے)۔ یہ دونوں تحاریک دراصل ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ عہدِ حاضر کا فتنۂ خوارج ان افکار ونظریات کی ضد میں پیدا ہوا ہے جو افکار ونظریات آج جاوید احمد غامدی پیش کر رہے ہیں یا پھر ان کے اعلانیہ وغیر اعلانیہ حامیان۔ ان میں سے ایک فکر گمراہی کے ایک دہانے پر ہے اور دوسری فکر گمراہی کے دوسرے دہانے پر۔ جبکہ اسلام کی فکری ونظریاتی شاہراہ ان کے درمیان ہے جو کہ سلف صالحین کی راہ ہے۔ فتنۂ خوارج وغامدیت کا حال کچھ ایسا ہے کہ بقول مفتی تقی عثمانی مدظلہم:

> ''جب ایک مرتبہ کوئی صاحبِ فکر جمہور امت کے مسلمات سے آزاد ہو کر اپنی راہ الگ اختیار کر لیتا ہے اور یہ تصور کر لیتا ہے کہ وہ ان مسلمات کے بارے میں پہلی بار اصابتِ فکر سے محروم رہے ہیں، تو ان کے اوپر کوئی روک باقی نہیں رہتی۔ ماضی میں یہی طرزِ فکر نہ جانے کتنی گمراہیاں پیدا کر چکا ہے۔ طٰہٰ حسین سے لے کر سرسید تک اور وحید الدین خان سے لے کر جاوید احمد غامدی تک کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔ اپنے اپنے وقت میں